19

ہندوستان کا سماجی ڈھانچہ

ہم ہندوستانی ثقافت کے تنوع، اس ملک میں بسنے والی مختلف قوموں اور ان کے گونا گوں رسوم و رواج اور روایات کے بارے میں بات کرتے رہے ہیں۔ شاید دنیا کے کسی اور حصہ میں ایسا نہ ہو جیسا کہ ہندوستان میں ہے۔ ہندوستان ایک ایسا ملک ہے، جہاں شہری کی شناخت ایک سے زیادہ چیزوں پر مبنی ہوتی ہے۔ مثلاً علاقہ پر (شمالی ہند، دکن اور جنوبی ہند، زبان: ہندی، تمل، تیلگو، مذہب: ہندو، مسلم عیسائی، بودھ، جین، سکھ) وغیرہ۔ ان شناختوں اور دوسری شناختوں کا تعلق سماجی تعلقات کے ایک امتیازی سیٹ، یعنی ایک امتیازی سماجی ڈھانچہ سے ہے۔ تاہم اس طرح کے دھاگے موجود ہیں، جو ان میں سے زیادہ تر کو ایک ساتھ پروئے ہوئے ہیں۔ اس لیے ہندوستانی سماجی ڈھانچہ کو سمجھنا ضروری ہے، کیونکہ اس سے سماج میں ایک دوسرے کے ساتھ ہمارے تعلق کی وضاحت ہوتی ہے۔ یہ ہمیں بتاتا ہے کہ سماج میں کس قسم کے سماجی ادارے موجود ہیں اور وقت کے ساتھ ساتھ ان میں کیا تبدیلیاں آئی ہیں۔ اس سبق میں آپ گذرے ہوئے ادوار میں ہندوستانی سماج کے ارتقا اور اس وقت اس کی نوعیت کے بارے میں پڑھیں گے۔

مقاصد

اس سبق کو پڑھنے کے بعد آپ:

- ہندوستانی سماج کی پرکھ کرسکیں گے؛
- چھوت چھات کے رواج کو سمجھ سکیں گے جو ہندوستانی سماجی نظام میں واضح تھا؛
- غلامی کے دستور کو سمجھ سکیں گے جو ہندوستان میں موجود تھا؛
- پرش ارتھ، آشرم اور سنسکار کو سمجھ سکیں گے؛
- ججمانی، نظام کے بارے میں بتا سکیں گے؛
- ہندوستانی سماجی نظام میں خاندان اور شادی کے رول کا تجزیہ کرسکیں گے؛

نوٹس

- ہندوستانی سماجی ڈھانچہ میں عورتوں کے مقام کا تجزیہ کرسکیں گے؛
- ہندوستان میں قبائل کی حالت کو پرکھ سکیں گے۔

19.1 ہندوستانی سماج کا ڈھانچہ

قبائل سب سے قدیم قابل شناخت سماجی تنظیموں میں سے ایک تھے۔ قبائل کی ایک بڑی تعداد مثلاً منڈا ، ہوا، اوراون، بھیلی، گدّی، سنتھال، کول، کاندھ، کھاسی، گارو، میزو، ناگا ہندوستان کے مختلف حصوں میں موجود تھے۔ یہ ہندوستان کے آئین میں ایک فہرست میں یکجا کیے گئے ہیں اور ان کو درج فہرست قبائل کے طور پر جانا جاتا ہے۔

برموقع سوال یہ ہے کہ قبائلی کون ہے اور ذات یا ورن کی بنیاد پر دوسرے گروپوں سے کیا چیز اس کو الگ کرتی ہے؟ اس سوال کا جواب دستور کے عمل میں مضمر ہے۔ ہم ایک قبیلہ کی شناخت ان خصوصیات سے کرسکتے ہیں: i) قبیلہ کے سبھی افراد خون کے رشتہ سے جڑے ہوتے ہیں، ii) سبھی افراد کی حیثیت مساوی ہو، iii) سبھی افراد اس بات کو مانتے ہوں کہ وہ ایک مشترکہ پرکھے کی اولادیں ہیں۔ iv) قبیلہ کے سبھی افراد کو وسائل تک مساوی رسائی حاصل ہو، v) نجی املاک کا احساس کم سے کم ہو۔ vi) سماجی فرق صرف عمر اور جنس کی بنیاد پر ہو۔ قبائلی اکثر ایک سے زیادہ خیل پر مشتمل ہوتے ہیں۔ خیل خارجی زوجیت والا ہوتا ہے، یعنی وہ خیل کے باہر شادی کرتا ہے، جبکہ قبیلہ داخلی زوجیت والا ہوتا ہے یعنی وہ اپنے قبیلہ کے اندر ہی شادی کرتا ہے۔

اس طرح کے قبائل ویدک دور میں موجود تھے۔ بھرت، یادو، تُرواس، دروہائیو، پورو اور انوس اس وقت کے کچھ نمایاں قبائل تھے۔ قبیلہ کے سربراہ کو راجہ کہا جاتا تھا، جو سبھی مساوی لوگوں میں نمایاں مقام رکھتا تھا۔ لوگوں کے درمیان فرق کی بنیادی وجہ، ورن، یا رنگ تھا۔ چنانچہ وہ لوگ جن کا تعلق ویدک قبائل سے نہیں تھا داس ورن کہلاتے تھے۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ایک اجنبی زبان بولتے تھے، ان کا رنگ گہرا ہوتا تھا اور وہ مختلف دیوتاؤں کی پوجا کرتے تھے۔

یہ ابتدائی فرق و امتیاز بعد میں پیچیدہ ''ورن'' نظام میں تبدیل ہوگیا، جس نے قبیلہ کی جگہ سماج کو برہمن، شتریہ، ویش اور شودر کے زمروں میں تقسیم کردیا۔ ان زمروں کے ابھرنے کی بنیادی وجہ بین قبائلی اور قبیلوں کی ایک دوسرے کے ساتھ متواتر لڑائیاں تھیں۔ اس کے علاوہ اس کی دوسری وجوہات مفتوحین کی غلامی، جنگجوؤں کے ذریعہ لوٹ کے مال پر قبضہ اور دولت کی غیر مساوی تقسیم تھیں۔

برہمن، ورن، کے لوگ عام طور پر پجاری کے طور پر کام کرتے تھے۔ شتریہ سیاسی کاموں کے ساتھ جڑے ہوئے تھے۔ ویش زراعتی کام کرتے تھے اور شودروں کا کام غلامانہ اور محکومانہ زندگی بسر کرنا تھا۔ تینوں اونچے ورن مقدس دھاگے کی تقریبا ''اپنائن'' کے بھی حقدار تھے اور ان کو ''دوج'' (دوبار پیدا ہونے والے

نوٹس

کے طور پر جانا جاتا تھا۔

مابعد ویدک دور میں بہت سی معاشی تبدیلیاں ہوئیں۔ ان تبدیلیوں کے نئی تصوراتی مدد وحمایت کی ضرورت تھی، جو بڑی تعداد میں غیر روایت پسند مذہبی تحریکوں کی صورت میں سامنے آئی مثلاً بودھ مت جس نے برہمنی سماجی نظام کو مہمل بتایا، لیکن بودھ مت ذات کے نظام کی پوری طرح سے نفی نہیں کرسکا۔ شتریوں کو بودھوں کے زاویۂ نگاہ سے قبائلی مراتب میں سے سب سے اعلیٰ ترین ورن سمجھا جاتا تھا۔ ویش جن کا برہمن مت کے تحت استحصال کیا جاتا رہا تھا، بڑی تعداد میں ان مذاہب کے پیروکار بن گئے تاکہ ان کو سماج میں عزت و وقار حاصل ہوسکے۔ تاہم بودھوں اور جنسوں کے درمیان بھی ذات کا نظام موجود تھا۔

جب نئے گروپ مثلاً شاکیہ، کشان، پراتیمن اور ہند، یونانی گروپ ہندوستانی آنا شروع ہوئے تو ورن/ جاتی نظام میں اور زیادہ تبدیلیاں ہوئیں، اسی دوران معیشت میں بھی تبدیلی کا عمل جاری تھا۔ شہرکاری میں اضافہ، دستکاری اور تجارت کے نتیجہ میں گلڈیا ''شرینی'' (درجات) وجود میں آئے جو بعد کے ادوار میں ذاتیں بن گئیں۔ گِلڈ کے ممبروں کے رویّے کو گلڈ عدالت کے ذریعہ کنٹرول کیا جاتا تھا۔ روایتی طور پر ان گلڈوں یا شرینی۔دھرم) کو قانونی اختیار حاصل تھا۔ یہ گلڈز بینکر کے طور پر کام کرسکتے تھے، یہی سرمایہ دار اور ٹرسٹی بھی تھے۔ عام طور پر یہ سارے کام سوداگروں کے ایک مختلف زمرے کے ذریعہ انجام دیئے جاتے تھے، جنھیں ''شریشتھین'' کے نام سے جانا جاتا تھا۔ (جیسے کہ آج کے شمالی ہند کے سیٹھ یا جنوبی ہند کے ''چیتی یا ''چیتیار'') چنانچہ 500 قبل مسیح سے 500 عیسوی تک کے دور نے ذات پرستی کو پھلتے پھولتے ہوئے دیکھا، چنانچہ کئی دستکاریوں کے اضافے، آبادی میں نئے عناصر کی آمد بین ذات شادیوں (انولوم اور پرتی لوم) اور کئی قبائل کی ذات کے نظام میں شمولیت کی بنا پر ذاتوں میں کئی گنا اضافہ ہوا۔ دھرم شاستروں اور سمرتیوں نے ہر ذات کے فرائض اور کاموں کا تعین کرنے کی کوشش کی۔ ان ذاتوں کے درمیان تعلقات کی بنیاد عام طور پر قبیلہ سے باہر شادی، باہم تعلق اور دستکارانہ ہنرمندی ہوتی تھی۔

پانچویں اور ساتویں صدی عیسوی کے دوران ورن/ ذات تنظیم میں مزید تبدیلیاں ہوئیں۔ زمینوں کے عطیات کے ذریعہ زمینداروں کے وجود میں آنے کے نتیجے میں ویش دست نگر شودروں میں تبدیل ہوگئے۔ بڑی تعداد میں قبائلی کاشتکاروں کو شودروں کے زمرے میں رکھا گیا۔ اس کے نتیجے میں شودر بھی اب ویشوں کی طرح کاشتکاری کے پیشے سے منسلک کردیے گئے۔ اب ویش اور شودر میں کوئی فرق نہیں تھا۔ تاہم گنگا کے طاس کے علاوہ دوسرے علاقوں میں ذات کا نظام مختلف انداز میں پنپال، بنگال اور جنوبی ہندوستان اور دوسرے سرحدی علاقوں میں بنیادی طور پر دو ذاتیں تھیں یعنی برہمن اور شودر، راجپوت شمالی ہندوستان کے سماج میں ایک نمایاں عنصر بن کر ابھرے۔ ساتویں صدی کی اس مدت میں ذات کا نظام لوگوں کی نفسیات میں اس قدر گہرا ہوگیا کہ پیڑ پودوں کو بھی وزن/ ذات کی بنیاد پر تقسیم کردیا گیا۔ ایک کتاب میں ورن کے مطابق

گھر کے سائز ہونے کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔

وسطی دور کے دوران ہندوستان میں اور خاص طور سے جنوبی ہندوستان میں ایک اہم تبدیلی ہوئی۔ اور یہ تبدیلی شودروں کی دوزمروں خالص (ست) اور غیر خالص (است) میں تقسیم۔جنوبی ہندوستان کی ایک اور خصوصیت ''بایاں ہاتھ'' (اڈانگی) اور 'دایاں ہاتھ' (ویلانگی) ذاتیں تھیں۔منو نے 61 ذاتوں کا ذکر کیا ہے، جبکہ بعد کی کتابوں میں سینکڑوں ملی جلی ذاتوں (ورن شنکر) کا حوالہ دیا گیا ہے۔راجپوتوں کے علاوہ اس دور میں وجود میں آنے والی ایک اور ذات کائستھ تھی۔کائستھ روایتی طور پر نوشتہ دار (منشی) تھے جو بعد میں ایک ذات میں ضم ہو گئے، اس لیے کہ نوشتہ داروں کی سبھی اقسام آپس میں مل کر ایک گوتھ بیاہ ذات بن گئی۔ان ذاتوں میں سے زیادہ تر اپنا تعلق انتہائی اعلیٰ پر وقار پرکھوں کے ساتھ بتاتے ہیں اور اپنی حالیہ نچلی حیثیت کی وضاحت معاشی اور دوسری وجوہات سے کرتے ہیں۔شمالی ہندوستان کی ایک اور اہم ذات کھتری یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ شتریہ نسب سے تعلق رکھتے ہیں، لیکن انھوں نے تجارت کو اپنالیا، جس کی وجہ سے ان کی اپنی ذات کے لوگ ان سے ناراض ہو گئے اور انھیں ویش حیثیت کو تسلیم کرنا پڑا۔گوجر، جاٹ اور اہیر بھی اپنے آپ کو شتریہ ذات سے بتاتے ہیں، جس سے انھیں بعد میں مختلف وجوہات کی بنا پر محروم ہونا پڑا۔اعلیٰ ذات سے تعلق کا دعویٰ 1950 کی دہائی تک جاری رہا جب کہ آئین ہند نے زیادہ تر حکومتی آسامیوں میں نچلی ذاتوں کے لیے ریزرویشن فراہم کیا۔

ذات کے نظام کے علاقائی، تنوع ہیں۔آٹھویں صدی عیسوی کے بعد علاقوں اور علاقائی شعور نے اس تنوع میں اپنا حصہ ادا کیا۔شمالی ہندوستان کے برہمن نہ صرف گوتر کی بنیاد پر تقسیم ہیں بلکہ وہ اپنی رہائش کے لحاظ سے بھی بٹے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ہمیں قنوج سے تعلق رکھنے والے کیناک بج، سریو پریار اور میتھلا برہمن نظر آتے ہیں، جن کا تعلق بالترتیب سریو اور میتھلا دریاؤں کے علاقے سے ہے۔راجپوتوں کی ذیلی ذاتوں کی بڑی تعداد اپنے پرانے قبائلی ناموں مثلاً تومر، کشواہا، ہاڈا اور چوہان کو استعمال کرتے ہیں۔ان ذیلی ذاتوں نے اپنے لیے گوتروں کو بھی اپنالیا، چنانچہ وسطی دور میں ذاتوں، ذیلی ذاتوں کے ساتھ گوتروں کی تعداد بھی بڑھتی رہی۔مراٹھا بھی ایک ذات بن گئی۔

دورِ جدید میں ذات کے نظام نے بعض نئی خصوصیات اختیار کرلیں، چنانچہ خاندانی نام کے تصور کا اضافہ بھی ہو گیا۔ایک مخصوص ذات یا ذیلی ذات کے بسا اوقات ایک سے زیادہ خاندانی نام ہوتے ہیں۔ تاہم اس سلسلہ میں وافر تنوع موجود ہے۔دور حاضر کے ذات اور ذات مخالف تحریکوں کے نتیجے میں مزید نئی ذاتوں کا اضافہ ہوا۔چنانچہ برہمن سماجیوں نے وہ حیثیت اختیار کرلی، جو ایک ذات سے مشابہہ ہے۔

جیسا کہ اوپر کے بیان کو پڑھ کر اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ذات کے نظام کو سمجھنے کا طریقہ انتہائی پیچیدہ ہے۔

چنانچہ ذات کے نظام میں ٹھوس علاقائی متنوع پایا جاتا ہے، چنانچہ اس کے بارے میں بالکل واضح طور پر بتانا مشکل ہے۔ علاقے، ذیلی علاقے، معاشی حیثیت، سیاسی طاقت سے قربت، دستکاری، پیشہ، ایک مخصوص دیوتا کی پوجا یہ سبھی ذاتوں کی تشکیل اور متاخرہ تبدیلیوں میں اپنا رول ادا کرتے رہے ہیں۔

ذات کے نظام کا اثر اتنا زیادہ گہرا ہے کہ قرون وسطیٰ کے صوفیانہ مذہبی اصلاح کار مثلاً بساوَ، رامانند اور کبیر نے اپنے پیروکاروں کے درمیان گو کہ اس کو کم کرنے کی کوشش کی، لیکن ان کے مذہبی فرقوں نے جلد ہی نئی ذاتوں کی خصوصیات کو اپنا لیا۔ سکھ ذات کے احساس پر قابو نہیں رکھ سکے۔ یہاں تک کہ مسلمانوں میں بھی ذاتوں کی تشکیل ہوگئی۔ کیرل کے شامی عیسائی پہلے دو طبقوں میں بٹے ہوئے تھے۔ تبدیلیٔ مذہب کے بعد عیسائی بننے والے افراد ذات کے اپنے رجحان کو اپنے ساتھ لے کر آئے اور عیسائی مذہب اختیار کرنے والے اعلیٰ ذات کے افراد اپنے آپ کو نچلی ذات کے عیسائیوں سے علاحدہ سمجھتے تھے۔

متن پر مبنی سوالات 19.1

1۔ سب سے قدیم قابل شناخت سماجی گروپ کون سے تھے؟

2۔ کن ہی دو قبائل کے نام بتایئے جو ویدک دور میں موجود تھے؟

3۔ ''دوج'' کے کیا معنی ہیں؟

4۔ وہ کون لوگ تھے، جن کی ہندوستان میں آمد سے ذات کے نظام میں بہت ساری تبدیلیاں ہوئیں؟

5۔ شودر خالص اور غیر خالص میں کب تقسیم ہوئے؟

19.2 چھوت چھات

ہندوستانی سماج میں پاکیزگی اور آلودگی کا اظہار بہتر طور پر اچھوتوں (انتیاج) کے زمرہ کی تشکیل سے ہوتا ہے۔ ان لوگوں کو برہمنی سماج سے باہر کی کوئی چیز سمجھا جاتا تھا۔ چھوت، چھات کے تصور نے ویدک دور کے آخری مرحلے میں اپنی جڑیں بنائیں اور بودھ کے دور میں یہ ایک علیٰحدہ سماجی زمرہ بن گیا۔ بسا اوقات ان

نوٹس

لوگوں کو پانچواں ورن ''پنچ مٹھ'' کہا جاتا تھا۔ مختلف قسم کے اچھوتوں کے لیے ''چنڈال'' کی اصطلاح کو آزادانہ طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ ان کو ذات والوں کے دیہاتوں میں رہنے کی اجازت نہیں تھی اور وہ آبادی سے باہر خاص طور پر بنے ہوئے کوارٹروں میں رہتے تھے۔ ان کا بنیادی کام لاشوں کو لے جانا اور ان کو نذر آتش کرنا تھا۔ ان کو ٹوٹے ہوئے برتنوں میں کھانا کھانا پڑتا تھا اور وہ صرف لوہے کے زیورات پہن سکتے تھے۔ گپت راجاؤں کے دور تک ان کا سماجی رتبہ اتنا زیادہ گر چکا تھا کہ انھیں شہر داخل ہوتے وقت لکڑی کے پھٹوں کو بجانا پڑتا تھا۔ شکاری (نشاد)، ماہی گیر (کائیورت) چمڑے کا کام کرنے والے (چرم کر) جمعدار (کوکس) اور ٹوکریاں بنانے والے (وینڈ) سبھی اچھوت بن چکے تھے۔ ''ڈوم'' اور ''دومب'' ایک قبیلہ تھا، جو ذاتوں پر مبنی نظام کے رابطہ میں آنے کے بعد اچھوت بن گیا۔ ہم نے ڈوم راجاؤں کے بارے میں بھی سنا ہے اور اس کے علاوہ کئی شودر راجاؤں کی داستانیں بھی ہم تک پہنچی ہیں۔ ملیچھوں کو بھی اچھوت سمجھا جاتا تھا۔ چھوت چھات کا یہ طریقہ حالیہ وقتوں تک جاری رہا۔ آج گو کہ چھوت چھات کو ایک جرم سمجھا جاتا ہے، لیکن دیہی علاقوں میں یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ مہاتما گاندھی نے اس رواج کے خلاف مہم چلائی۔ انھوں نے ان کو ہریجن کا نام دیا۔ حکومت ہند نے چھوت چھات کے طریقے پر عمل کرنے اور اس کو بڑھاوا دینے والوں کے خلاف کئی قوانین وضع کیے ہیں۔ تعلیمی اور سماجی تحریکوں نے ان کے اور دوسرے سماجی گروپوں کے درمیانی فاصلہ کو کم کرنے میں اپنا تعاون دیا ہے۔ یہ امید کی جاتی ہے کہ یہ غیر انسانی رواج جلد ہی بالکل ناپید ہو جائے گا۔

19.3 غلامی

ہندوستان میں غلامی قدیم یونانی یا رومی غلامی کی نسبت اپنی شکل اور معانی کے لحاظ سے مختلف تھی۔ اسی وجہ سے میگاستھنیز کو ہندوستان میں غلام نظر نہیں آئے اور وہ اپنے اس فیصلہ میں یقینی طور پر غلط تھا۔ غلامی یا محکومی ایک واضح رجحان تھا اور مالک اور غلام کے درمیان قانونی تعلق کو صاف طور پر واضح کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر اگر ایک خاتون غلام اپنے، مالک کے بیٹے کو جنم دیتی تھی تو وہ نہ صرف اصولی طور پر آزاد ہو جاتی تھی، بلکہ ایسی اولاد مالک کے بیٹے ہونے کی قانونی حیثیت کا حقدار بھی ہوتا تھا۔ ''ارتھ شاستر'' میں بتایا گیا ہے کہ ایک انسان جنم سے غلام ہو سکتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو رضا کارانہ طور پر فروخت کر سکتا ہے، جنگ کے دوران گرفتار کیا جا سکتا تھا یا قانونی سزا کے نتیجے میں غلام ہو سکتا ہے۔ غلام کے لیے سنسکرت کا لفظ ہے ''داس'' جس کا ابتدائی مطلب تھا آریائی گروہوں کے ذریعہ غلام بنائے گئے لوگوں میں سے ایک فرد۔ اس طرح کے کئی ''داسوں'' کو غلام بنا کر رکھا گیا۔ ہندوستان میں غلاموں کو عام طور پر گھریلو ملازم یا ذاتی خدام بنا کر رکھا جاتا تھا۔ غلام درحقیقت اپنے مالک کے گھر ایک محکوم ممبر ہوتا تھا۔ مالکوں کا عام طور پر اپنے غلاموں کی زندگی

نوٹس

پر کوئی حق نہیں ہوتا تھا۔ غلاموں کی کسی طرح کی منڈی نہیں ہوتی تھی۔ تاہم عیسائی عہد کے اولین ادوار میں ہندوستان اور رومن سلطنتوں کے درمیان غلام لڑکیوں کی دوطرفہ تجارت ہوتی تھی اور 16ویں صدی میں وجے نگر سلطنت میں غلاموں کی منڈیاں موجود تھیں۔

دہلی کے سلطان بڑی تعداد میں غلام رکھتے تھے۔ تاہم اس وقت کی صورت حال بالکل مختلف تھی۔ ایک غلام جس کا نام ملک کافور تھا علاء الدین خلجی کی فوج کا سپہ سالار اعلیٰ تھا، سولھویں صدی عیسوی میں پرتگالی بڑے پیمانے پر غلاموں کی بڑے پیمانے پر تجارت میں ملوث رہے۔ لنکوٹن نے گوا میں تجارت کی بھیانک صورت حال بیان کی ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ وہ غلاموں کو اسی طرح کھدیڑتے ہیں، جس طرح ہم گھوڑوں کو کھدیڑتے ہیں۔ غلاموں کی بڑی تعداد کو خالیصہ (شاہی زمین) اور ''کارخانوں'' (ورکشاپوں) میں استعمال کیا جاتا تھا۔ اس طرح کی غلامی برطانوی اقتدار کے دوران بھی جاری رہی، لارڈ کارنوالیس نے اپنے فرمان میں اس پر نکتہ چینی کی، اس وقت غلاموں کی تجارت اب پوری طرح سے ممنوع ہو چکی ہے۔

19.4 پرش ارتھ، آشرم اور سنسکار

''پرش ارتھ''، ''آشرم'' اور ''سمسکار'' کے تین تصورات، باہم مربوط ہیں۔ ''پرش ارتھ'' کا مطلب ہے زندگی کا مقصد جس کو چار ''آشرموں'' یا زندگی کے مرحلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر ''آشرم'' کے لیے مخصوص ''سنسکار'' یا رسوم مقرر ہیں، جن کو انجام دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہم نے اکثر ''ورن آشرم'' ۔ دھرم یعنی ورن کے دھرم زندگی کے مراحل کے بارے میں پڑھا ہے۔ زندگی کے چار مقاصد ہیں: ''دھرم'' (درست رویہ) ''ارتھ'' (وہ کوشش جس سے روزی روٹی کمائی جاتی ہے) ''کام'' (دنیاوی خواہشات) اور ''موکش'' (نجات)

چاروں ''پرش ارتھوں'' پر عمل کرنے کے لیے فرد کو اپنی زندگی کو چار ''آشرموں'' یا مرحلوں میں تقسیم کرنا ہوتا ہے۔ ہر ''آشرم'' سے وابستہ اصولوں پر تفصیلی طور پر اور سختی کے ساتھ عمل کرنا ہوتا ہے۔ یہ چار ''آشرم'' سیڑھی کے چار قدموں کی طرح ہوتے ہیں۔

پہلے ''آشرم'' کو ''برہمچریہ'' کے طور پر جانا جاتا ہے، جس میں انسان ''اپنائن سنسکار'' یا مقدس دھاگے کی رسم کے بعد داخل ہوتا ہے۔ اس 'آشرم' کی مدت کے دوران وہ تعلیم حاصل کرتا ہے اور اپنی خواہش اور جذبات پر قابو حاصل کرنا سیکھتا ہے۔ اس کو اپنے گرو کے ساتھ جنگلوں میں رہنا پڑتا تھا اور اس کا حکم ماننا اور اس کی خدمت کرنا ہوتی تھی۔ وہ اپنے اور اپنے گرو کے لیے بھیک مانگتا تھا اور دوسرے چھوٹے موٹے کام مثلاً پانی لانا اور آشرم کے آس پاس صفائی کرنے کے کام انجام دیتا تھا۔ وہ سادہ طرز زندگی اور اعلیٰ انداز فکر کے تصورات پر عمل کرتا تھا۔ ایک راجکمار کو بھی یہ فرائض انجام دینے ہوتے تھے۔ چنانچہ ''برہمچریہ'' کا مرحلہ

نوٹس

انسان کو گھر کی ذمہ داریاں اٹھانے کے لیے تیار کرنا تھا۔

''گرہست آشرم'' فرد کی زندگی کا سب سے اہم مرحلہ ہوتا تھا۔ اس مرحلہ میں وہ ''ارتھ'' اور'' کام پر دھرم'' کے مطابق عمل کرتا تھا۔ وہ شادی کرتا تھا، بچے پیدا کرتا تھا اور اپنے خاندان کو پالنے کے لیے روزی روٹی کماتا تھا اور سماج کے تیں اپنی ذمہ داریوں کو نبھاتا تھا۔

گھریلو زندگی کے تمام فرائض کو نبھانے کے بعد وہ ''ون پرستھ آشرم'' کے مرحلہ میں داخل ہوتا تھا۔ اس مرحلہ کے دوران وہ اپنے خاندان کو چھوڑ دیتا تھا اور جنگلوں میں جابستا تھا۔ جہاں وہ تمام دنیاوی خواہشات اور دلچسپیوں سے علاحدگی اختیار کرلیتا تھا۔ اسے پھل اور سبزیوں پر گذارا کرنا پڑتا تھا اور وہ ہرن کی کھال یا پیڑوں کی چھال سے اپنا تن ڈھکتا تھا۔ وہ دھیان لگاتا تھا اور سادہ اور خشک زندگی بسر کرتا تھا۔ اس مرحلہ میں اگر اس کی موت ہوجاتی تھی تو اس کو ''موکش'' حاصل ہوجاتا تھا۔ دوسری صورت میں وہ ''سنیاس آشرم'' کے مرحلہ میں داخل ہوتا تھا۔ جس میں وہ مکمل طور سے تارک الدنیا کی زندگی گذارتا تھا، سماج سے سارے ناطے توڑ لیتا تھا اور ایک ایسے جوگی کی طرح زندگی گذارتا تھا، جو مسلسل طور پر ''موکش'' کے حصول کے لیے سرگرداں ہو۔

یہ ترتیب حقیقی صورت حال کی نہیں، بلکہ تصور کی نمائندگی کرتی ہے۔ زیادہ تر انسان بیان کردہ شکل میں زندگی کے پہلے مرحلہ سے ہی نہیں گذر پاتے، جبکہ معدودے چند ہی زندگی کے دوسرے مرحلہ سے گذر پاتے ہیں۔ یہ گھریلو زندگی، واحد زندگی کے دوران جوگیانہ طرز کی زندگی بتانے سے متعلق مطالعات کے متضاد دعووں کی کوشش بھی کہی جاسکتی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ آشرموں کا یہ نظام بودھوں اور جینیوں کے غیر روایت پسند طبقات کی مخالفت کے لیے تیار کیا گیا ہو جو نوجوانوں کو گھریلو زندگی کو قطعاً ترک کرکے جوگیانہ زندگی بسر کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔ یہ ایک ایسا طریقہ تھا جسے روایت پرست تسلیم نہیں کرتے تھے گو کہ انھوں نے بھی بعد کے ادوار میں اس طریقہ کو اپنایا۔

زندگی کی اس اسکیم کے مطابق زندگی کے چار مراحل کا آغاز طبعی پیدائش سے نہیں ہوتا، بلکہ اس کی شروعات مقدس دھاگے کی رسم سے ہوتی ہے۔ چنانچہ بچہ مقدس دھاگے کی رسم کی ادائیگی کے بعد ہی مکمل طور سے سماج کا ممبر بن سکتا تھا۔ چنانچہ موت کے انسان کے تصور سے اس کی زندگی کے تمام مراحل میں یہ ایک اہم رسم یا ''سنسکار'' تھی۔ اس طرح کے تقریبا چالیس ''سنسکار'' ہیں۔ ان میں سے کچھ اہم ہیں: ''گربھ دان'' (حمل) ''پمس وان (لڑکا) ''سمنتون نیائن (تحفظ)'' جات کرم (رسم پیدائش) ''نش کرم (سورج کو دکھلانا) ''ان پراشن'' (ٹھوس غذا کی پہلی خوراک) ''شُد کرم'' (سرمونڈنا) ''اپنائن (مقدس دھاگے کی رسم ''سماورتن'' (پہلے مرحلہ کا خاتمہ) ''وواہ'' (شادی) انتیشٹی'' (آخری رسومات) وغیرہ۔ یہ سبھی سنسکار شودروں اور اچھوتوں کے لیے نہیں تھے، بلکہ یہ اوپر کے تین ورنوں (ذاتوں) کے لیے تھے۔

نوٹس

19.5 ججمانی نظام

قرونِ وسطیٰ کے اوائل میں وجود میں آنے والا ایک اہم ادارہ، جو دیہی سماج میں جدید دور تک برقرار رہا، ججمانی نظام تھا۔ یہ ایک طرف تو مقصد دیہی ذاتوں اور دوسری طرف نوکری پیشہ اور دستکاروں کے گروپوں کے درمیان دوطرفہ تعلق تھا۔ اس نظام میں ملازمت پیشہ ذات، زمین کی مالک دیہی ذاتوں اور ان کے ساتھ اعلیٰ اور مقتدر ذاتوں کو اپنی خدمات فراہم کرتے تھے اور ان کے بدلے میں وہ پیداوار کا روایتی طور پر متعین حصہ اور بعض صورتوں میں زمین کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا حاصل کرنے کے حقدار ہوتے تھے۔ چنانچہ چمڑے کا کام کرنے والے، حجام، پجاری، ہار بنانے والے، ہل چلانے والے اور لوہاروں کی مختلف اقسام اعلیٰ ذاتوں اور مقتدر زمینداروں کے گروپوں کے لیے کام کرتے تھے اور ان کو مخصوص موقعوں پر اجناس کی شکل میں یا زمینوں کی فراہمی کی صورت میں معاوضہ ادا کیا جاتا تھا۔ تاہم اس طرح کی ملازمت پیشہ ذاتوں کو ہمیشہ ہی اپنی اشیاء یا خدمات کو فروخت کرنے کی آزادی حاصل رہی۔ خدمات، تعلقات کا یہ نظام اب استعمال بہ صورت زر، شہر کاری اور صنعت کاری کے تحت ٹوٹتا جارہا ہے۔ وسطی دور کے دوران تعلقات کا یہ نظام پریشانیوں اور قدرتی آفات کی صورت میں تحفظ کے طور پر کام کرتا تھا۔ چنانچہ یہاں اس بات کو ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ وہ خاندان جو ججمانی نظام کے دائرے سے باہر رہتے تھے، دیہی غریبوں سے بھی زیادہ لاچار اور پریشانی کی زندگی گذارتے تھے۔

متن پر مبنی سوالات 19.2

خالی جگہوں کو بھریے:

1۔ ______________ کو پانچواں ورن (پنچان) کہا جاتا تھا۔

2۔ مہاتما گاندھی نے چھوت چھات کے خلاف مہم چلائی اور ان کو ______________ کا نام دیا۔

3۔ ______________ ہندوستان میں غلامی کے بارے میں کچھ دریافت نہیں کرسکا گو کہ غلامی مختلف شکلوں میں موجود تھی۔

4۔ ______________ میں کہا گیا ہے کہ ایک انسان جنم سے غلام ہوسکتا ہے، وہ اپنے آپ کو رضا کارانہ طور پر فروخت کرسکتا ہے۔ جنگ میں غلام بنایا جاسکتا ہے یا قانونی سزا کے نتیجہ میں غلام بنایا جاسکتا ہے۔

5۔ ''پرش ارتھ'' (زندگی کے مقاصد) کو چار ــــــــــــــــــــ میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

6۔ ''ججمانی'' نظام کے ٹوٹنے کے پس پردہ کیا وجوہات تھیں؟

نوٹس

19.6 خاندان

روایتی ہندوستانی خاندان ایک بڑا کنبہ ہوتا تھا، جسے مشترکہ خاندان کے طور پر جانا جاتا تھا۔ ایک مشترکہ خاندان وہ ہوتا تھا، جس میں دو یا دو سے زیادہ نسلیں ایک ہی چھت کے نیچے رہتے تھے یا وہ مختلف چھتوں کے نیچے رہتے تھے، لیکن ان کا ایک مشترکہ چولہا ہوتا تھا۔ خاندان کے سبھی ممبروں کی مشترکہ غیر منقولہ املاک ہوتی تھی۔ یہ خاندان عام طور پر پدری اور موروثی ہوتے تھے، یعنی باپ یا خاندان کا سب سے بڑا ممبر خاندان کا سربراہ ہوتا تھا اور املاک کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ خاندان کی سربراہی وراثتی ہوتی تھی اور یہ خاندان کے سب سے بڑے مرد ممبر کو ورثے میں ملتی تھی۔ جدید شہروں میں بڑی تعداد میں مختصر خاندان موجود ہیں، جو بیوی، شوہر اور بچوں پر مشتمل ہوتی ہیں۔ اس طرح کے خاندان بھی وراثتی اور پدری ہوتے ہیں، لیکن اس طرح کے بھی کئی علاقے ہیں، جہاں خاندان مادری ہوتے ہیں، یعنی ماں سے چلتے ہیں، اس طرح کے خاندانوں میں وراثت عورتوں کی جانب چلتی ہے۔ اس طرح کے خاندان کیرل اور ناگا لینڈ اور میگھالیہ کے شمال مشرقی علاقوں میں موجود ہیں۔

خاندان کی نوعیت خواہ کچھ بھی ہو یہ سماج کا بنیادی یونٹ ہوتا ہے۔ افراد خاندان ''شردھا'' کے ذریعہ ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں، جو پرکھوں کی یاد کو منانے کی رسم ہے۔ ''شردھا'' سے خاندان کی وضاحت ہوتی ہے وہ افراد خاندان جو اس رسم میں شامل ہونے کے حقدار ہوتے ہیں، فیملی گروپ کے ''سپیندا'' ممبر ہوتے ہیں۔ افراد خاندان کے درمیان وابستگی اس کے ممبروں کو سماجی تحفظ کا احساس فراہم کرتی ہے۔ مصیبت اور پریشانی کے وقت، فرد خاندان کے دوسروں ممبروں پر بھروسہ کر سکتا ہے۔ تہواروں اور شادیوں کے موقعوں پر ذمہ داریوں کو بانٹ لیا جاتا ہے اور اس سے خاندان کی آپسی وابستگی اور بھی زیادہ مضبوط ہوتی ہے۔

ہندوستان میں خاندان روایتی طور پر مقدس قانون اور رسم و رواج کے دو مکاتب نظر کے ذریعہ منظّم کیے جاتے ہیں۔ یہ اصول ''متکاشر'' اور ''دیا بھاگ'' پر مبنی ہیں۔ بنگال اور آسام کے زیادہ تر خاندان ''دیا بھاگ'' کے اصولوں کو اپناتے ہیں جبکہ باقیماندہ ہندوستان کے خاندان عام طور پر ''میتاکاشر'' مکتب فکر کے اصولوں کو اپنائے ہوئے ہیں۔ مقدس قانون میں بہت زیادہ بڑی اور منتشر مشترکہ خاندانوں میں علیحدگی کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ اس طرح کی علیحدگیاں خاندان کے مرد سربراہ کی موت کے بعد وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ مشترکہ

نوٹس

خاندان کی املاک میں افراد خاندان کی انفرادی املاک شامل نہیں ہوتیں۔ یہ طریقہ وسطٰی دور سے آگے تک رائج رہا اس لیے اس طرح کی املاک کو تقسیم نہیں کیا جاسکتا۔ آزادی کے بعد کی مدت میں آئین میں یہ درج کیا گیا ہے کہ ہر مذہبی برادری شادی، طلاق، وراثت، جانشینی، گود لینے، سرپرستی، بچوں کی سپردگی اور رکھ رکھاؤ کے معاملات میں اپنے مذہبی قوانین کے مطابق کام کرے گی۔ چنانچہ ہندو، بودھ اور جینی اور سکھ 1955-56 کے تدوین شدہ ہندو ایکٹ کے تحت آتے ہیں۔ مسلم، عیسائی اور پارسی خاندانوں کے مذہب پر مبنی اپنے ذاتی قوانین ہیں۔

19.7 شادی

خاندان انتہائی اہم ''سنسکار'' تقریب کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اپنی نوعیت کے لحاظ سے شادیاں کئی اقسام کی ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر اونچی ذات کے مرد اور نچلی ذات کی عورت کی شادی یا نچلی ذات کے مرد اور اعلٰی ذات کی عورت کی شادی یا مختلف ورن/ ذاتوں کے درمیان اتحاد کے لیے شادی۔ یک زوجگی، کثیر الازدواجی، چند شوہری جو رشتہ داروں کی تعداد پر مبنی ہوتی ہے۔ ہندوستانی سماج میں ہر طرح کی شادیوں کی مثالیں موجود ہیں۔ عام بات یہ ہے کہ جوڑے کی شادی ان کے والدین آپس میں بات چیت کر کے طے کرتے تھے، جن کا تعلق ایک ذات سے لیکن مختلف گوتروں سے ہوتا تھا۔ گوتر کا مطلب ہے ایک پرکھے کی اولادیں اور ''پراور'' کا مطلب ہے، ممنوعہ حد، اگر وہ ''دوج'' زمرے کے گوتر ہیں اور اگر نچلے ورن/ ذات زمروں کی کوئی ممنوعہ حد نہیں ہے تو وہ آپس میں شادی کرسکتے ہیں۔ تاہم برادریوں کی بڑی تعداد نے اپنے آپ اپنے گوتر مقرر کر لیے ہیں۔ ''پراور'' کا تعلق ممنوعہ حد کے اصولوں سے ہے جو بہت زیادہ سخت ہیں، جن میں ایک پدری پرکھے کی سات نسلوں کے درمیان شادی ممنوع ہے۔ یا مادری رشتہ میں شادی پانچ نسلوں تک ممنوع ہے۔ تاہم ہندوستان کے جنوبی حصہ میں اس اصول پر کبھی عمل نہیں کیا جاتا اور وہاں چاچا، ماما، خالو اور پھوپھا کے رشتوں میں شادی کی مثالیں موجود ہیں۔ یعنی ایک دادا اور ایک نانا کی آگے کی اولادوں میں شادیاں ہوسکتی ہیں۔ جن کو قانونی اور سماجی اعتبار سے قابل قبول سمجھا جاتا ہے۔ 1955 کے ہندو میرج ایکٹ میں ان گروپوں کے لیے چھوٹ فراہم کی گئی ہے۔

یک زوجگی کا چلن عام ہے یعنی ایک وقت میں ایک فرد کی دوسرے واحد فرد کے ساتھ شادی، لیکن کثیر الازدواجی بھی ممنوع نہیں ہے۔ امیر اور بااقتدار لوگ ایک سے زیادہ بیویاں رکھ سکتے تھے اور اکثر رکھتے بھی تھے۔ کثیر الازدواجی کی عام طور پر کئی وجوہات ہوتی ہیں۔ پرانے ادوار میں بادشاہ یا راجہ طاقتور حکمرانوں کے ساتھ اتحاد بڑھانے کے لیے شادی کے سہل طریقہ کا استعمال کرتے تھے۔ چندر گپت اور اکبر کی شادیاں اسی نوعیت کی تھیں۔ اولاد نرینہ کا مذہبی تصور کئی بیویاں کرنے کا ایک سبب تھا۔ تاہم جدید قوانین کے تحت کثیر

الازدواجی کو غیر قانونی قرار دے دیا گیا ہے۔ صرف مسلمان چار شادیاں کر سکتے ہیں، لیکن اس لیے بھی پہلے کچھ شرائط پوری کرنی ہوتی ہیں۔

برہمنی مقدس قانون کے مطابق سات پھیروں کے بعد شادی کو پائدار سمجھا جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد طلاق کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ تاہم ''ارتھ شاستر'' کے مطابق بعض مخصوص حالات میں اس کی اجازت دی گئی ہے۔ بعد کے وقتوں میں ان شرائط کو فراموش کر دیا گیا، تاہم کئی نچلی ذاتوں میں طلاق کی اب بھی اجازت ہے۔ جدید ادوار میں باہم رضا مندی، بے جوڑ شادی، بے وفائی، ظلم وستم کو دونوں جانب سے طلاق کے لیے مصدقہ وجوہات سمجھا جاتا ہے۔

ہم سبھی دروپدی کے واقعہ سے واقف ہیں، جس کی شادی پانچ پانڈو بھائیوں سے ہوئی تھی۔ اس طرح کی شادی چند شوہری شادی کہلاتی ہے۔ اس طرح کی کئی برادریاں ہیں، جن میں اس طرح کی شادی کو مصدقہ سمجھا جاتا ہے اور اسے ترجیح دی جاتی ہے۔ اس طرح کی برادریوں میں عورت کئی بھائیوں سے شادی کرتی ہے اور ان بھائیوں کا تعلق بہت کم صورتوں میں مختلف والدین سے ہوتا ہے۔ میدانی علاقوں سے تعلق رکھنے والے اونچے ورن/ ذات اس طرح کی شادیوں کو سماج مخالف سمجھتے ہیں، لیکن ان سماجوں میں جہاں اس طرح کی شادیاں ہوتی ہیں ان کو شرم کا نہیں فخر کا باعث سمجھا جاتا ہے۔

19.8 عورتیں

ہندوستان میں عورتوں کی تاریخ بتدریج زوال کی کہانی ہے۔ ویدک دور کے مرد غالب سماج میں بھی عورتیں جنگ کو چھوڑ کر قبیلہ کے سبھی معاملات میں شرکت کرتی تھیں۔ وہ بھجن تیار کرتی تھیں، بالغ ہونے کے بعد اپنی مرضی کے مرد سے شادی کر سکتی تھیں۔ مابعد ویدک مرحلہ میں قبائلی نظام کے ٹوٹنے کے بعد ان کی حیثیت میں زوال آنا شروع ہوگیا۔ قدیم قانونی کتابوں نے عورت کی حیثیت کو کم کر کے اسے ''شودر'' کے برابر کھڑا کر دیا۔ صرف کچھ ذاتی املاک (استری دھن) کے وہ اور کسی بھی طرح کی املاک کی حقدار نہیں تھی۔ یہاں تک کہ ویدک گیان بھی عورتوں کے لیے ممنوع قرار دے دیا گیا۔ اس دور میں غیر مقلد طبقہ نے ان کو کچھ احترام دیا۔ وسطی دور کی اوائلی مدت میں تانترک طبقہ نے عورتوں کو اپنے مسلک میں ایک اہم جگہ دی اور انھیں سیاسن کا درجہ دیا۔

قدیم تاریخی ادوار اور اوائلی وسطی ادوار میں عورتوں کو عام طور پر عالمانہ اور دانشورانہ سرگرمیوں سے دور رکھا جاتا تھا۔ ان حقیقی اور اصل کام شادی اور اپنے خاندان کی دیکھ بھال کرنا سمجھا جاتا تھا۔ اعلیٰ ذاتوں سے تعلق رکھنے والی عورتیں تھوڑی بہت تعلیم حاصل کرتی تھیں اور ان میں سے چند ایک کا حوالہ شاعر اور ڈرامہ نویس کے طور پر ملتا بھی ہے۔ سنسکرت ڈراموں میں بنیادی نسوانی کرداروں کو اکثر و بیشتر گیت پڑھنے، لکھنے

اور گانے والوں کے تھے۔ وسطیٰ دور میں اور اس کے بعد حالیہ وقتوں تک موسیقی اور رقص کو اعلیٰ ذات کی عورتوں کے لیے غیر موزوں سمجھا جاتا تھا اور یہ مانا جاتا تھا کہ یہ نچلی ذاتوں کی عورتوں اور طوائفوں کے کام ہیں، لیکن قدیم دور میں یہ صورت حال نہیں تھی۔ رگ ویدک دور کو چھوڑ کر عورتوں کی سماج میں کم حیثیت ہی نظر آتی ہے۔ کم عمری میں شادی کا عام چلن تھا۔ ''ستی کی رسم' عام تھی۔ تاہم بیرونی سیاح ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ قرونِ وسطیٰ میں ستی کی رسم کی ادائیگی کے لیے سلطان سے اجازت لینی پڑتی تھی۔ بیواؤں کی دوبارہ شادی کی اجازت نہیں تھی، لیکن بعض صورتوں میں املاک میں بیواؤں کے حق کو تسلیم کیا جاتا تھا۔

وسطیٰ دور میں اعلیٰ طبقہ کی عورتوں کے چہرے پر نقاب کا عام رواج تھا۔ عربوں اور ترکوں نے اس رواج کو ایرانیوں سے اپنایا تھا اور وہ اس کو اپنے ساتھ ہندوستان لائے تھے۔ ان کی وجہ سے یہ شمالی ہندوستان میں ایک عام طریقہ بن گیا۔ عورتوں کے تئیں سماج کے رویے پر محتاط نظر یہ دکھلاتی ہے کہ یہ ویدک دور میں ہی اپنائے گئے عمل کا نتیجہ تھا۔ وسطیٰ دور میں پردے کا طریقہ اعلیٰ طبقہ کے خواتین کی علامت بن گیا۔ اور وہ سبھی لوگ جو سماج میں عزت و احترام حاصل کرنا چاہتے تھے اس طریقہ کو اپنانے لگے۔ نچلی ذات کی عورتوں میں یہ چلن کم تھا۔

مغل برتری کے زوال اور ہندوستان میں نوآبادیاتی توسیع کے ساتھ جدید تصورات کے اثر نے مختلف سمتوں میں تبدیلی کے عمل کو تحریک دی۔ جدید تعلیم کے اثرات کے تحت سماجی اصلاح کاروں نے ایک ایسے قانون کے لیے تگ و دو کی جو سماج میں عورتوں کے مقام کو بہتر بنانے میں معاونت کرے۔ راجہ رام موہن رائے، رادھا کانت ویب، بھوانی چرن بنرجی کی کوششوں سے 1829 میں ستی کی رسم پر پابندی لگا دی گئی۔ 1895ء میں شیر خوار بچیوں کو ہلاک کرنے کو قتل قرار دیا گیا۔ 1955 کے ہندو شادی ایکٹ کے تحت شادی کے لیے لڑکے کی عمر 18 سال اور لڑکی کی عمر 15 سال مقرر کی گئی۔ 1856 میں ایشور چند ودیا ساگر کی کوششوں کے ذریعہ پہلی بار بیوہ کی دوسری شادی کی گئی۔ پنڈت وشنو شاستری نے 1860 میں بیواؤں کی شادی کی ایسوسی ایشن قائم کی۔ ان سبھی کوششوں سے سماج میں عورتوں کا مقام بہتر ہوا۔ ہندوستان کے سپریم کورٹ نے حال ہی میں باپ کی املاک میں بیٹی کے حصہ کو تسلیم کیا ہے۔ سماج میں بڑھتی ہوئی بیداری اور قوانین کے ساتھ مستقبل میں سماج میں عورتوں کے مقام میں اور بھی زیادہ بہتری آئے گی۔

متن پر مبنی سوالات 19.3

1۔ ''انولوم'' اور ''پرتی لوم'' شادیوں کی کیا بنیاد ہے؟

نوٹس

2۔ ''یک زوجی'' شادی کیا ہے؟

3۔ مقدس قانون اور رسوم و رواج کے ان دو مکاتب نظر کے نام بتایئے جو ہندوستان میں روایتی خاندان کا تعین کرتے تھے۔

4۔ قدیم ہندوستان میں عورتوں کی ذاتی املاک کو کیا کہا جاتا تھا، جس کے علاوہ املاک میں ان کا اور کوئی حق نہیں تھا؟

19.9 ہندوستان کی قبائلی برادریاں

قبیلہ کی جدید اصطلاح بہت قدیم برادریوں کے لیے استعمال کی جاتی ہے، جو برصغیر کے قدیم ترین باشندے تھے۔ قبائلی آبادی میں مندرجہ ذیل خصوصیات ہونی چاہییں۔

1۔ قبائل کی جڑیں بہت قدیم ادوار میں پیوست ہیں۔

2۔ وہ پہاڑوں اور جنگلات میں نسبتاً تنہائی میں رہتے تھے۔

3۔ ان کے سماجی، معاشی اور تعلیمی فروغ کو ترجیح دینے کی ضرورت ہے۔

4۔ ان کی ثقافتی خصوصیات (زبان، رجحانات، ایقانات اور رسوم و رواج) کے لحاظ سے ان کا طرز زندگی سماج کے دوسرے طبقات سے انتہائی مختلف ہے۔

قبائلی مقامی لوگ تھے، جن کے لیے چوتھی دنیا کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ یہ ملک کے قدیم باشندوں کی نسل ہیں اور یہی آج پوری طرح سے یا کسی حد تک اپنے ہی علاقوں سے محروم ہیں۔ مقامی باشندے اپنی ثقافت، مذہب، اپنی سماجی اور معاشی تنظیموں کے لحاظ سے قطعی طور پر مختلف اور متنوع ہیں۔ بیرونی دنیا کے ذریعہ ان کا استحصال آج بھی کیا جارہا ہے۔ بعض حلقے ان کو روحانی اقدار کی تجسیم سمجھتے ہیں اور بعض کے نزدیک یہ معاشی ترقی کی راہ میں روکاوٹ ہیں۔ یہ اپنی امتیازی ثقافتوں کو عزیز رکھتے ہیں۔ یہ ماضی کی نو آبادیت کے شکار ہیں۔ ان میں سے کچھ اپنی روایات کے لحاظ سے زندگی بسر کرتے ہیں، کچھ کو فلاحی امداد ملتی ہے اور کچھ فیکٹریوں میں کام کرتے ہیں اور کچھ لوگ دیگر پیشوں سے وابستہ ہیں۔ ان کا اس زمین سے متحرک رشتہ ہے جس پر وہ آباد ہیں اور ان کے درمیان دو اور لوکا باہمی تعلق ہے اور اس زمین اور زندگی کے لیے ان کے دلوں میں احترام ہے، جہاں یہ بستے اور زندہ رہتے ہیں۔

ہندوستان میں قبائل کو عام طور پر آدی باسی کہا جاتا ہے، جس کا مطلب ہے اصل باشندے، قدیم اور

نوٹس

وسطی ادوار کے ادب ہندوستان بسنے والے قبائل کی بڑی تعداد کا حوالہ ملتا ہے۔ برہمنی عہد کے دوران ذات کا نظام رائج ہونے سے قبل لوگ مختلف قبائل میں بٹے ہوئے تھے۔

حکومت ہند نے 427 برادریوں کی وضاحت کی ہے اور انھیں قبائل کی فہرست میں شامل کیا ہے۔ آئین ہند کے تحت وہ خصوصی تحفظ اور مراعات کے حقدار ہیں۔

عددی اعتبار سے تین انتہائی اہم قبائل گونڈ، بھیل اور سنتھال ہیں، جن میں سے ہر ایک کی آبادی 30 لاکھ سے زیادہ ہے۔ ان کے بعد مینا، منڈا اور اوروگون کا نمبر آتا ہے، جن میں سے ہر ایک کی آبادی 5 لاکھ سے زیادہ ہے۔ اس کے بعد 42 قبائل ہیں، جن کی آبادی ایک سے پانچ لاکھ کے درمیان ہے۔

ہندوستان کے قبائلی، عوام جو آئین ہند کی دفعات کے لحاظ سے درج فہرست قبائل میں شمار ہوتے ہیں، کی کل آبادی 2001 کی مردم شماری کے مطابق 8.43 کروڑ ہے۔ اور یہ کل آبادی کے 8.2 فی صد حصہ کے برابر ہیں۔

قبائلی آبادی کی تقسیم و تنوع کے نقطۂ نظر کے لحاظ سے ہندوستان کو کل سات حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

1۔ شمالی خطہ

اس خطہ کے تحت ہماچل پردیش، پنجاب، ذیلی ہمالیائی اتر پردیش اور بہار آتے ہیں۔ یہاں کے نمایاں قبائل کھاس، تھارو، بھوکش، بھوٹیا، گوجر اور جونساری ہیں۔ کھاس چند شوہری قبیلہ ہے۔ بھوٹیا قالین بناتے ہیں اور ہندچین سرحد سے تجارت کرتے تھے۔ اس خطہ کے قبائل کا بنیادی مسئلہ عدم رسائی مواصلات کی کمی، غریبی، ناخواندگی اور اجنبی وطن ہے۔

2۔ شمال مشرقی خطہ

اس خطہ میں شمال مشرق کی سات ریاستیں شامل ہیں اور یہاں کے بڑے قبائلی گروپ ناگا، کھاسی، گارو، مشنگ، میری، کربی اور اپا توئس ہیں۔ دوری کاشتکاری کی وجہ سے ماحولیات تنزلی اور مواصلات کی سہولیات کی کمی کی وجہ سے عدم رسائی ان قبائل کے دو بڑے مسئلہ ہیں۔ حد سے زیادہ تنہائی پسندی کی وجہ سے اس علاقہ کے قبائل اپنی تاریخ کو عام ہندوستانیوں کے ساتھ نہیں ملاتے، بلکہ وہ پڑوسی برادریوں کے ساتھ اپنا تعلق بتاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے عام عوام کے تئیں ان کے اندر مخاصمت کا عنصر پایا جاتا ہے۔

3۔ وسطی خطہ

اس خطہ میں قبائلی آبادی کا سب سے زیادہ گھناپن موجود ہے۔ یہ خطہ جنوبی مدھیہ پردیش سے جنوبی

نوٹس

بہار تک پھیلا ہوا ہے، جس میں شمالی اڑیسہ کا وسیع علاقہ بھی شامل ہے۔ سنتھال، ہو، بیگا، ابھوجانریا، مُریا، منڈا اور برہوراس اس خطہ کے بڑے قبائل ہیں۔ اس خطہ کے قبائل کے بڑے مسائل ملک کے بیگانگی اور قرضوں کا بوجھ ہے۔ اس علاقہ کے قبائل کے درمیان سنتھالیوں نے اپنا خود کا رسم الخط دریافت کیا ہے، جس کو ''چکی'' کہا جاتا ہے۔ بیگا ایک نمایاں منتقلی کاشت کار قبیلہ ہے۔ برہوراس علاقہ ایک بے حد پسماندہ طبقہ ہے اور انتہائی پچھڑے پن اور روزی روٹی کے وسائل کے فقدان کی صورت میں یہ قبیلہ ختم ہو جانے کے قریب ہے۔

4۔ جنوبی خطہ

یہ خطہ نیلگری پہاڑوں کے ساتھ آندھرا پردیش اور کرناٹک کے متصل پہاڑی علاقوں پر مشتمل ہے۔ یہ سب سے چھوٹی سب سے زیادہ پسماندہ اور سب سے الگ تھلگ قبائلی برادری ہے۔ اس خطہ میں ٹوڈا، کویا، چینچو اور الار قبائل آباد ہیں۔ ٹوڈا چرواہوں کا قبیلہ ہے جو بھینسیں چرانے کا کام کرتا ہے۔ الار غاروں میں زندگی بسر کرتے ہیں اور وہ اپنا مسکن درختوں کی چوٹیوں پر بھی بناتے ہیں۔ چینچو بہت ہی پسماندہ قبیلہ ہے اور یہ زیادہ تر شکار پر گذر بسر کرتا ہے۔ ان قبائل کے بڑے مسائل دوری کاشتکاری، معاشی بدحالی، تنہائی پسندی، مواصلات کی کمی اور اپنی زبان کے ختم ہو جانے کا ڈر ہے۔

5۔ مشرقی خطہ

اس خطہ میں مغربی بنگال، اڑیسہ کے علاقے شامل ہیں اور اس علاقہ کے خاص قبائل پراجا، کونڈو، بونڈ، بھومیا، گداب، بھونیا اور سکورا ہیں۔ اس علاقہ کے قبائل کے اہم مسائل معاشی پچھڑا پن، جنگلاتی افسران اور ٹھیکیداروں کے ذریعہ استحصال، ملک سے بیگانگی، بیماریوں کا غلبہ اور صنعتی پراجکٹوں کی وجہ سے اپنی جگہ سے منتقلی ہے۔

6۔ مغربی خطہ

یہ خطہ راجستھان اور گجرات پر مشتمل ہے۔ یہاں آباد قبائل بھیل، گرسیا اور مینا ہیں۔ مینا کافی ترقی یافتہ اور تعلیم یافتہ قبیلہ ہے۔

7۔ جزائری خطہ

انڈمان اور نکوبار جزائر الکش دویپ اور دمن اور دیو اس خطہ میں شامل ہیں۔ گریٹ انڈمانی، سینٹیلیز، جاروا، ارنگیز، نکوباری اور شامپین قبائل اس خطہ میں آباد ہیں۔ ان میں سے کچھ قبائل بہت زیادہ پسماندہ ہیں اور وہ روزی روٹی کمانے کے پتھر کے عہدے کے وسائل سے نجات حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کر رہے

ہیں۔ان میں سے کچھ قبائل کو چھوٹے قبائل کے زمرے میں رکھا گیا ہے، جن کے ختم ہوجانے کا اندیشہ ہے۔ بقا کے مسئلہ کے علاوہ بیماریوں کا غلبہ اور کم خوراکی اس خطہ کے قبائل کے دوسرے مسائل ہیں۔

قبائلی علاقوں کے لیے حکومت کی بنیادی حکمت عملی کا مقصد قبائل کو تحفظ فراہم کرنا اور ان کو معاشی طور پر آگے بڑھانا ہے۔قبائل کے لیے ذیلی منصوبے کی حکمت عملی کی ابتدا پانچویں پانچ سالہ منصوبے کے دوران کی گئی۔ یہ ایک جامع، فکرانگیز اور مربوط پروگرام ہے۔اس کا مقصد قبائل کے استحصال کا خاتمہ، سماجی اور معاشی ترقی، ترقی اور دوسرے میدانوں میں خلا کو کم کرنا اور زندگی کی کیفیت کو سدھارنا ہے۔

متن پر مبنی سوالات 19.4

1۔ قبائلی آبادی کی دو خصوصیات بتائیے۔

2۔ مقامی باشندے کون تھے؟

3۔ ہندوستان میں قبائل کے لیے کیا اصطلاح استعمال کی جاتی ہے؟

4۔ ہندوستان میں کتنی برادریوں کو درج فہرست قبائل کی حیثیت دی گئی ہے۔

5۔ ہندوستان میں کی آبادی میں قبائلی آبادی کا فیصد کیا ہے؟

6۔ ہندوستان میں قبائلی آبادی کے تعین کے عناصر کیا ہیں؟

7۔ درج فہرست قبائل کی شناخت کے دو پیرا میٹر کیا ہیں؟

8۔ شمالی ہندوستان کے خاص قبائل کون سے ہیں؟

9۔ مشرقی خطہ کے قبائل کے بنیادی مسائل کیا ہیں؟

نوٹس

10۔ ایسے کچھ قبیلوں کے نام بتایئے جن کی آبادی بہت چھوٹی ہے؟

11۔ قبائل کے لیے ذیلی منصوبے کی حکمت عملی کا آغاز کب ہوا؟

12۔ قبائل کے لیے ذیلی منصوبہ اور اس کے مقاصد کیا ہیں؟

آپ نے کیا سیکھا

- ہندوستان مذہب زبان اور خطہ پر مبنی کثیر، شناختوں کا ملک ہے۔ ان میں سے کم و بیش ہر ایک کا اپنا ایک امتیازی سماجی ڈھانچہ ہے جو کئی ادوار میں ارتقا پاتا رہا ہے۔
- قبائل ایک قدیم ترین قابل شناخت سماجی تنظیم ہے جن کا تعلق ویدک دور سے تھا۔
- ابتدائی تفریق جِلد کی رنگت کی بنا پر تھی جو قبائل کی برہمن، شتریہ، ویش اور شودر زمروں کی تقسیم کے ساتھ پیچیدہ، ورن نظام، میں تبدیل ہوگئی۔
- بودھ مت اور جین مت کے عروج اور ان کے بعد ہندوستان میں نئی قوموں مثلاً شاکیہ، کشان، پراتھین اور ہند یونانی قوموں کی آمد کے ساتھ مابعد ویدک سماجوں میں ورن/ جاتی نظام میں مزید تبدیلیاں ہوئیں۔
- ذات کے نظام کے اپنے علاقائی تنوع ہیں اور اس کا سبب آٹھویں صدی عیسوی کے بعد علاقوں کی تشکیل اور علاقائی احساس تھا اور زیادہ سے زیادہ پیچیدہ ہوتا گیا اور کئی عناصر کی وجہ سے بڑی تعداد میں ذاتوں اور ذیلی ذاتوں میں تقسیم ہوگیا۔
- انتہائی ناپسندیدہ طریقے چھوت چھات نے ویدک دور کے آخری مرحلہ میں اپنی جڑیں بنائیں اور بودھ کے عہد میں ایک علیحدہ شناخت کے طور پر ایک متعین شکل اختیار کرلی۔
- ہندوستان میں غلامی موجود تھی گو کہ قدیم یونانی اور رومی غلامی سے مختلف تھی۔
- ''پرش ارتھ''، ''آشرم'' اور ''سنسکار'' باہم مربوط تصورات ہیں۔
- ججمانی، نظام مقتدر کسان ذات کے گروپوں اور خدمت گار اور دستکار ذاتوں کے درمیان تعلقات کا ایک دوطرفہ ادارہ تھا جو ہندوستانی دیہی سماج میں جدید ادوار تک جاری رہا، لیکن اب یہ استعمال زر، شہر کاری اور صنعت کاری کے تحت ٹوٹتا جا رہا ہے۔
- خاندان انتہائی اہم سنسکار رسم کا نتیجہ تھے، جس کو شادی کہا جاتا تھا اور مختلف اقسام کی شادیوں مثلاً

نوٹس

''انولوم'' اور پرتیلوم جو مختلف ورنوں/ذاتوں کے درمیان اتفاق پر مبنی ہوتی تھیں اور یک زوجی، کثیر الازدواجی اور چند شوہری ہر طرح کی شادیاں ہندوستانی سماج میں پائی جاسکتی ہیں۔

- روایتی ہندوستانی خاندان مشترکہ خاندان ہوتے تھے، جن کا نظم ونسق مقدس قانون اور رسم ورواج کے دو مکاتب نظر کے مطابق چلتا تھا، یہ دو مکاتب فکر تھے ''یتکشار'' اور ''دیا بھاگ''
- ہندوستانی تاریخ میں عورتوں کی حیثیت بتدریج زوال کی کہانی ہے اور یہ سلسلہ جدید ادوار تک چلتا رہا، جب مغربی تعلیم کے پھیلاؤ کے ساتھ عورتوں کی حیثیت کو بہتر بنانے کے لیے سماجی اور مذہبی اصلاحی تحریکوں نے کام کرنا شروع کیا۔

اختتامی سوالات

1۔ ہندوستان میں کثیر شناختوں کی ابتدا کی وضاحت کیجیے۔

2۔ ورن اور جاتی نظاموں کے درمیان فرق بتائیے۔

3۔ ہندوستان میں ذات کے نظام کے بارے میں تبادلۂ خیال کیجیے۔

4۔ یہ وضاحت کیجیے کہ ''پرش ارتھ''، ''آشرم'' اور سمسکار آپس میں کس طرح جڑے ہوئے ہیں۔

5۔ شادیوں کی مختلف اقسام کی وضاحت کیجیے جو ہندوستانی سماج میں موجود ہیں۔

6۔ ہندوستانی سماج میں عورت کی حیثیت کا تنقیدی جائزہ لیجیے۔

7۔ججمانی نظام کیا تھا؟ موجودہ دور میں یہ کیوں ٹوٹتا جارہا ہے۔

متن پر مبنی سوالات کے جوابات

19.1

1۔ قبائل

2۔ بھارت، یادو، پورو وغیرہ (کوئی سے دو)

3۔ دوبار جنم لینے والے

4۔ شاک، کشان، پراتھین ہند، یونانی وغیرہ

5۔ وسطی ادوار

19.2

1۔ اچھوت

2۔ ہریجن

نوٹس

3- میگا ستھنیز

4- ''ارتھ شاستر''

5- ''آشرم''

6- شہر کاری اور صنعت کاری

19.3

1- یہ مختلف ورن/ ذات کے درمیان اتحاد پر مبنی تھیں۔

2- وہ شادی جس میں فرد، ایک وقت میں کسی ایک کے ساتھ شادی کرتا ہے۔

3- میتکشارا اور دیا بھاگ

4- استری دھن

19.4

1- (a) قبائل کی جڑیں اس ملک میں بہت قدیم دور سے پیوست ہیں۔

(b) وہ پہاڑوں اور جنگلات میں نسبتاً علاحدگی کی زندگی بسر کرتے تھے۔

2- قبائلی

3- آدی واسی

4- 427 برادریاں

5- 8.2 فی صد

6- ابتدائی طور پر ان کا تعین، ہندوستانی عوام کے ایک طبقہ کی بہتری کے سیاسی اور انتظامی ملحوظات کے ذریعہ کیا جاتا تھا۔ یہ طبقے نسبتاً پہاڑوں اور جنگلات کے نسبتاً دشوار گزار علاقوں میں مقیم ہیں جو ترقی کے اشاریوں کے لحاظ سے پسماندہ ہیں۔

7- نسبتاً علاحدگی پسند اور پسماندہ

8- کھاس، تھارو، بھوکس، بھوئیہ، گوجر اور جاؤنسری

9- معاشی پسماندگی، جنگلاتی افسران اور ٹھیکیداروں کے ذریعہ استحصال، ملک سے بیگانگی، بیماریوں کا غلبہ اور صنعتی پراجکٹوں کی وجہ سے دربدری

10- گریٹ انڈمانیز، جروا، نکوباری اور شامپوری

11- پانچویں پانچ سالہ منصوبے کے دوران

12- یہ ایک جامع، فکر انگیز اور مربوط پروگرام ہے۔ اس کا مقصد قبائل کے استحصال کو ختم کرنا، سماجی اور معاشی ترقی، دوسرے علاقوں کی ترقی کے مقابلہ خلاء کو کم کرنا اور زندگی کی کیفیت کو سدھارنا ہے۔